بلکہ ان میں ائمہ، خطباء اور قاریوں کا تقرر بھی اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ نیز وعظ و ارشاد کے لئے وعاظ و مرشدین بھی اسی وزارت کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور یہی اور صرف یہی عوام میں جاکر وعظ کر سکتے ہیں۔ گو جامعہ ازہر ایک حد تک خود مختار تعلیمی ادارہ ہے، لیکن علاوہ بھی وزارت اوقاف ہی کے زیرِ انتظام ہے چنانچہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رئیس وفد پاکستانی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ ایوانِ موتمر کے صدر مقام میں جو چند ایک کرسیاں تھیں، ان میں سے ایک تو صدر مملکت کے نمائندے کے لئے تھی، اور باقی کرسیاں وکیل الازھر ڈاکٹر عبداللہ ماضی، ڈاکٹر البہی وزیر الاوقاف وشئون الازھر، اور ڈاکٹر محمود حب اللہ ناظم مجمع البحوث کی تھیں۔ اور ایک کرسی قاری کے لئے تھی۔ علاوہ ازیں موتمر قاہرہ میں شریک ہونے والے ہمارے ان ارکان وفد نے اپنے مضامین میں اس امر کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا کہ صدر ناصر نے جامعہ ازھر کو کتنا "ماڈرن" بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ کہ اس موقع پر ازھر کے "مدینۃ الجامعۃ" کا جو سنگ بنیاد رکھا گیا، تو اس میں "طلباء اور طالبات کے لئے الگ الگ مختلف علوم و فنون کے کالج، ہوسٹل، لائبریری، اسمبلی ہال، کھیل کے میدان، رستوران اور بازار اور پارک اور تیرنے کے تالاب، غرضکہ یہاں ہر وہ چیز ہو گی، جس کی ضرورت یونیورسٹی کے طلباء کو ہوتی ہے۔"

ایک مسلمان ملک کی تمام مساجد اس کی وزارت اوقاف کے ماتحت ہوں۔ ائمہ، خطباء اور واعظوں کا تقرر اسی کی طرف سے ہو۔ دینی تعلیم بھی عام دنیوی تعلیم کی طرح حکومت کی نگرانی میں ہو اور حکومت کی اجازت کے بغیر کوئی شخص پبلک میں وعظ کرنے کا مجاز نہ ہو، پھر وہاں دینی تعلیم کا سب سے بڑا ادارہ اتنا ہی "ماڈرن" ہو، جتنا کہ اس وقت جامعہ ازھر ہے اور نہ صرف وہاں کے وزیر اوقاف اور مجمع البحوث الاسلامیہ کے ناظم "ڈاکٹر" ہوں بلکہ نائب شیخ الازھر تک ایک "ڈاکٹر" ہو۔

کیا ہمارے علمائے کرام جو موتمر قاہرہ میں شریک ہوئے تھے، اس کے لئے تیار ہیں؟ ہم ان کی خدمت میں با ادب یہ عرض کریں گے کہ صدر جمال عبدالناصر اور ان کی حکومت کے جن کارناموں کی آپ تعریف فرما رہے ہیں۔ وہ صرف اس لئے ممکن ہو سکے کہ مصر میں مساجد اور معابد دینی وزارت اوقاف کے انتظام میں ہیں۔ وہاں وعظ و ارشاد وزارت اوقاف کی ذمہ داری ہے، اور دینی تعلیم ایک انفرادی کاروبار نہیں، بلکہ اس کا ایک مستقل شعبہ ہے، جس کی نگران و منصرم خود حکومت ہے، اور پھر یہ کہ

"دکاترہ" بھی دینی شعبوں کے انچارج ہیں۔

ہمارے ان محترم بزرگوں کو یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیئے کہ جب تک "مما فظین" اور "عصریین" میں پورا تعاون نہیں ہوگا اور "راسخ العقیدگی" اور "جدیدیت" میں موافقت پیدا نہیں ہوگی نہ اسلام کی عظمت ماضی کا احیاء ہو سکے گا، نہ اس کے شاندار مستقبل کی تعمیر۔

مصر تو بہر حال وہ سرزمین ہے، جہاں ترکی سے بھی پہلے "جدیدیت" کو اپنانے کی کوشش کی گئی تھی اور جدید مصر کے بانی محمد علی نے نئے علوم و فنون اور نئے اوضاعِ حکومت کو اختیار کیا تھا، لیکن اب تو سعودی عرب اور یمن جیسے دقیانوسی ملک بھی اپنا پرانا چولا اتارنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور وہاں بھی "جدیدیت" کی لہر آ رہی ہے۔

موتمر قاہرہ کے شرکاء حضرات نے صدر ناصر کے عہد کے ایک پہلو کی تو تعریف کی ہے، لیکن جن عناصر سے وہ پہلو قابل تعریف ہو سکا، ان کا ذکر نہیں کیا، کاش ہمارے یہ محترم بزرگ ان کی طرف بھی اشارہ فرما دیتے۔

الرحیم کے پچھلے شمارے میں ہم نے محکمۂ اوقات مغربی پاکستان کی طرف سے تصوف کی بعض بنیادی کتابیں شائع کرنے کے پروگرام کا ذکر کیا تھا، معلوم ہوا ہے اس سلسلے میں مکتوبات امام ربانی، مکتوبات خواجہ محمد معصوم، حضرت داتا گنج بخشؒ کی کشف المحجوب، حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد، کلیات خواجہ باقی باللہ اور باقیات خواجہ باقی باللہ کے اصل متون شائع کئے جا رہے ہیں۔ نیز "نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر" جو ہندوستان یعنی برصغیر ہند و پاک کے علماء اور بزرگوں کے حالات پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے، اس کا اردو ترجمہ کرایا جا رہا ہے اور امید ہے اسی مالی سال کے اندر یہ کتابیں شائع ہو جائیں گی۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پروفیسر جلبانی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تاویل الاحادیث کا سندھی میں ترجمہ کیا ہے یہ کتاب چھپ گئی ہے اب شاہ ولی اللہ اکیڈمی خود اصل کتاب کو جو عربی میں ہے شائع کر رہی ہے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب نے اسے ایڈٹ کیا ہے نیز اکیڈمی کی درخواست پر مولانا محمد اسمعیل صاحب گودھری نے المسوّیٰ عربی کا اردو میں ترجمہ کیا تھا مولانا مرحوم کے وارثوں نے ہمیں ترجمہ کا مسودہ ارسال کر دیا ہے اور اب اس کے چھاپنے کا بھی انتظام ہو رہا ہے۔

الرحیم (سندھی) محض ڈیکلریشن نہ ملنے کی وجہ سے رکا پڑا ہے، الحکمۃ (انگریزی) اس وقت پریس میں ہے، ڈاکٹر بلمے پوتا صاحب کے سفر امریکہ کی بنا پر اس کی اشاعت میں شاید کچھ تاخیر ہو جائے۔